جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنفین	:	ابن صفی، خرم علی شفیق، احمد صفی
نام کتاب	:	سائیکومینشن
اشاعت اوّل	:	۲۰۱۱ء
پیشکش	:	ساجد رحمٰن فضلی
ناشر	:	فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
سرورق	:	عطاء الرحمٰن 0323-3028717

پہلی بات

مرتب کی طرف سے کچھ گزارشات

ابن صفی کی تحریروں کا انتخاب آپ کے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ یہ وہ خواب ہیں جو برصغیر کی ملت اسلامیہ نے آزادی کے فوراً بعد دیکھے تھے۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان اُس آزادانہ فیصلے کی بدولت وجود میں آیا جو ۱۹۴۶ء-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں پورے برصغیر کی ملت اسلامیہ نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اِس بات کی طرف کبھی توجہ نہیں دی گئی کہ جس نسل نے پاکستان کے حق میں یہ فیصلہ دیا تھا، اُسی نے پاکستان کے قیام کے صرف پانچ برس بعد اسرار احمد ناروی کو اپنا نمائندہ ادیب قرار دیا جب مارچ ۱۹۵۲ء میں اس نوجوان نے ابن صفی کے قلمی نام سے الہ آباد سے جاسوسی دنیا کے عنوان کے تحت ناولوں کا سلسلہ شروع کیا۔

وہ نسل جس کی ذہنی تربیت علامہ اقبال کی نظریاتی شاعری پر ہوئی تھی، اُس نے علامہ اقبال کی خالی کی ہوئی ادب کی کرسی پر کسی "سنجیدہ" مصنف کی بجائے ایک جاسوسی ناول نگار کو کیوں بٹھا دیا؟ یہ سوال پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایک نئی ریاست، بالخصوص ایک نظریاتی ریاست کے لیے جاسوسی ناول سے زیادہ سنجیدہ صنف کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ امریکی ماہرِ سماجیات پروفیسر رالف براہنٹی نے اپنے ایک مقالے میں واضح کیا ہے کہ نئی آزادی حاصل کرنے والی قوموں میں عموماً وکیلوں کی بہتات ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ پورے معاشرے میں اچانک قانونی مسائل میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب امریکہ نیا نیا آزاد ہوا تھا تو اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے شروع میں اُس کی یہی کیفیت تھی، اور بیسویں صدی کے وسط میں آزاد ہونے والی قوموں بالخصوص پاکستان اور ہندوستان میں بھی یہی صورت حال تھی۔

چنانچہ اصل سوال یہ پیدا ہوتا کہ کیوں ہمارے دانشور برصغیر کی آزادی اور ابن صفی کی مقبولیت کے درمیان اُس واضح تعلق کو محسوس کرنے سے قاصر رہے جسے پوری قوم کے اجتماعی شعور نے اتنی شدت کے ساتھ محسوس کر لیا تھا؟ اس کی چند ٹھوس وجوہات

موجود ہیں لیکن انہیں بیان کرنے میں طوالت کا خطرہ ہے لہذا اُنہیں کسی اور موقع پر اُٹھا رکھتے ہوئے فی الحال ہم صرف اِس بات کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ ابن صفی کی وہ کون سی نمایندہ خصوصیات تھیں جو دنیا کے دوسرے جاسوسی ناول نگاروں میں نہیں پائی جاتیں اور جن کا تعلق اُس مخصوص کردار سے تھا جسے ادا کرنے کے لیے تاریخ نے انہیں منتخب کیا تھا۔

سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً جاسوسی ناول نگار اَخلاقی اقدار کے بارے میں غیرجانبدار ہوتے ہیں۔ مثلاً آرتھر کونن ڈائل کا مشہور کردار شرلک ہومز مجرموں کو گرفتار کروانے میں قانون کی مدد ضرور کرتا ہے مگر اُس کی شخصیت کا نمایاں پہلو قانون کی حفاظت نہیں بلکہ وہ سائنٹفک طریقہ کار ہے جس کے تحت وہ مجرموں کا سراغ لگاتا ہے۔ اُسے قانون سے نہیں بلکہ اپنے فن سے پیار ہے (اور کبھی کبھی نشہ آور ادویات بھی استعمال کر گزرتا ہے)۔ اسی طرح جب جیمز بانڈ کے خالق ایئن فلیمنگ سے ایک انٹرویو کے دوران جیمز بانڈ کی بے راہ روی کے بارے میں سوال پوچھا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے زمانے کے چلن کا ساتھ دے رہے ہیں جہاں لوگ اخلاقی اقدار سے بے نیاز ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کے اکثر مشہور جاسوسی ناول نگاروں کا رویہ یہی ہے مگر جب ہم ابن صفی کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں جب "ادبِ عالیہ" لکھنے والے بڑے ادیب معاشرے کی اخلاقی اقدار پامال کر رہے تھے، ابن صفی ہی وہ سب سے بلند آواز تھی جو قانون کے احترام اور اخلاقی اقدار کے دفاع میں بلند ہوئی۔ دوسرے جاسوسی ناول نگاروں اور ابن صفی کے درمیان یہ اِتنا بڑا فرق ہے کہ ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ ابن صفی کو آرتھر کانن ڈائل، اگاتھا کرسٹی، ماریس لیبلانک، ارل اسٹینلے گارڈنر، ائین فلیمنگ، جیمز ہیڈلے چیز اور دوسرے تمام جاسوسی ناول نگاروں سے بالکل الگ کر دیں اور ان کے درمیان کسی قسم کا موازنہ کرنے سے گریز کریں۔

چنانچہ ابن صفی کی پہلی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض چٹخارے دار کہانیاں نہیں لکھ رہے تھے (جیسا کہ "ادبِ عالیہ" والے کر رہے تھے)۔ ابن صفی کے پاس ایک واضح مشن تھا اور اصلاحی ادب کے سب سے بڑے مبلغ کے طور پر سر سید احمد خاں، محمد علی جوہر اور علامہ اقبال کی فکری جانشینی کے مستحق صرف وہی تھے نہ کہ "ادبِ عالیہ" کے وہ علمبردار جو اُن بزرگوں کے تصورات اور نظریات سے اعلانیہ طور پر باغی تھے۔

ابن صفی کی دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ علمی حوالوں کی جس قدر بہتات اُن

کے یہاں پائی جاتی ہے، اور ان حوالوں کے درمیان جتنا تنوع ہے، وہ نہ صرف کسی دوسرے جاسوسی ناول نگار کو نصیب نہیں ہوا بلکہ اُردو میں ۱۹۳۶ء کے بعد اُبھرنے والے کسی بھی ادیب کے حصے میں نہیں آیا۔ علی گڑھ تحریک کا ایک خاصہ یہ تھا کہ اس نے معاشرے میں تحقیق کا رجحان اور علمی ذوق پیدا کیا۔ شاعری میں اِس کا سب سے واضح مظہر علامہ اقبال کا کلام اور نثر میں ابن صفی کے ناول ہیں۔ زیرِ نظر انتخاب پڑھتے ہوئے آپ ملاحظہ کر سکیں گے کہ الف لیلہ سے لے کر نیٹشے تک، اور فرائیڈ سے لے کر مرزا غالب تک بیشمار علمی اور ادبی حوالے ہیں جو ابن صفی کے ناولوں میں چلے آتے ہیں۔ عموماً اُن مصنفین اور مفکرین کے بارے میں بڑے فکر انگیز تبصرے بھی حیرت انگیز اختصار کے ساتھ پیش کر دیے جاتے ہیں۔

ابن صفی کی تیسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے معاشرے کی جیسی نمایندگی کی ویسی کوئی اور نہیں کر سکا۔ اِس کے دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ کہ اُس زمانے کے معاشرے کے جتنے متنوع کردار اور آئیڈیلز ابن صفی کے یہاں موجود ہیں وہ اُردو کے کسی اور ناول نگار یا افسانہ نویس کے یہاں نہیں ملتے۔ عموماً "ادبِ عالیہ" والے ادیبوں نے اپنا دائرہ صرف نچلے طبقے کے افراد یا پھر ذہنی طور پر بیمار قسم کے کرداروں تک محدود رکھا جبکہ ماضی قریب میں ہماری سماجی زندگی کے سب سے بڑے حوالے سر سید، علی برادران، علامہ اقبال اور قائداعظم تھے۔ اگر ہم چاہیں کہ ہمیں اُردو کے کسی ادیب کے یہاں عام لوگوں کے ساتھ ساتھ ان عظیم ہستیوں سے ملتے جلتے کردار بھی ملیں تو "ادبِ عالیہ" کا تمام سرمایہ اِس سلسلے میں بیکار ہو گا (سعادت حسن منٹو نے مرزا غالب، آغا حشر، قائداعظم اور بعض ایسی شخصیات کے خاکے ضرور لکھے ہیں مگر وہ یکرخے ہیں اور عموماً اُن میں اِن شخصیات کے وہی بلند اوصاف مفقود ہیں جو اِن کی اصل پہچان ہیں)۔ صرف ابن صفی ہی کے یہاں ہمیں احمد کمال فریدی اور علی عمران جیسے کرداروں میں قوم کے عظیم رہنماؤں کے شخصی اوصاف کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور دوسری طرف معاشرے کے عام کرداروں کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں نمونے بھی یہاں موجود ہیں (جن میں سے بعض اِس انتخاب میں آپ کے سامنے آئیں گے)۔

اِس بات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ابن صفی نے اپنے پڑھنے والوں کی رائے کو اہمیت دی۔ ان پڑھنے والوں میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین، صدر ایوب خان، شیخ مجیب الرحمان کی والدہ، سندھ اسمبلی کی موجودہ ڈپٹی اسپیکر شہلا رضا اور

دیگر بیشمار مشاہیر کے نام لیے جا سکتے ہیں جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ ابن صفی کے قارئین میں شامل تھے۔ دوسری طرف ناخواندہ طبقے کے افراد جو پڑھ نہیں سکتے تھے وہ یہ ناول دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ ابن صفی کے قارئین تھے اور انہیں اپنی آرأ سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ابن صفی کا اپنا بیان تھا کہ وہ ناول لکھتے ہوئے ان آرأ کو سامنے رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے ابن صفی کے ناول صرف مصنف کی رائے پیش نہیں کرتے بلکہ پورے معاشرے کی اجتماعی رائے کی عکاسی کرتے ہیں۔

ابن صفی کی چوتھی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے بہتر نثر شائد (مرزا غالب اور محمد حسین آزاد کو چھوڑ کر) اُردو میں کسی اور نے نہیں لکھی۔ اگر اقبال کی شاعری کو الہامی شاعری کہا جاتا ہے تو ابن صفی کی نثر کو الہامی نثر کہا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو زیرِ نظر انتخاب میں خودبخود آپ کے سامنے آ جائے گا۔

ابن صفی کی پانچویں امتیازی خصوصیت ان کی مستقبل بینی ہے، جس کے بغیر کوئی ادیب بڑا ادیب نہیں بن سکتا مگر جس سے بیسویں صدی کے ادیب عموماً محروم رہے۔ بیسویں صدی میں ایسے ادیبوں کی کمی نہ تھی جنھوں نے مستقبل کے بارے میں بڑی تاریک پیش گوئیاں کیں۔ ان میں آئرلینڈ کے شاعر ڈبلیو بی ییٹس کی نظم 'دی سیکنڈ کمنگ' (۱۹۱۹ء) اور انگریز ناول نگار جارج آرویل کا ناول نائنٹین ایٹی فور (۱۹۴۸ء) مشہور ہیں۔ مگر "نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے"، ابن صفی ان سے مختلف ہیں کیونکہ انھوں نے مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل کی صرف نشاندہی نہیں کی بلکہ ان کے حل بھی پیش کیے۔ یہ امتیاز علامہ اقبال کے بعد کسی دوسرے ادیب کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ ابن صفی کی تحریر کا ایسا پہلو ہے جس کی طرف گزشتہ ایک دو برسوں میں اُردو اور انگریزی کے اخبارات میں کئی لکھنے والوں نے توجہ دلائی ہے۔ ان میں سب سے نمایاں مثال تو ناول تین تگی (۱۹۷۵ء) ہے جس میں پیش کیے گئے واقعات حیرت انگیز طور پر اُس بین الاقوامی صورت حال سے مماثل ہیں جو پاکستان کے قبائلی علاقوں میں اکیسویں صدی کے آغاز پر رونما ہوئے:

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اُسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر

بدن اس تازہ جہاں کا ہے اُسی کی کفِ خاک
روح اس تازہ جہاں کی ہے اُسی کی تکبیر

یہ ہیں ابن صفی کی پانچ نمایاں خصوصیات جن کی وجہ سے کسی دوسرے جاسوسی ناول نگار کے ساتھ اُن کا موازنہ ممکن نہیں ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے ادب میں ان کے مقام کا تعین نہیں کیا جا سکا کیونکہ ۱۹۳۶ء کے بعد سے ہماری ادبی تنقید کا صرف ایک ہی رُخ رہا ہے اور وہ ہے مغرب کے کسی نہ کسی تنقیدی پیمانے کے مطابق اپنے ادب کا تجزیہ کرنا۔ یہاں تک کہ جو لوگ "روایت" کے علمبردار ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ بھی اپنی "روایت" کے تجزیے کے لیے کسی نہ کسی مغربی سند ہی کو حوالہ بناتے ہیں۔

چونکہ ابن صفی کی مثال نہ مغرب کے جدید ادب میں ہے نہ ہمارے روایتی ادب میں، بلکہ وہ برصغیر کی ملت اسلامیہ کے نئے عزائم کی نمایندگی کرتے ہیں، لہٰذا انہیں ادبی تنقید کے کسی مروجہ پیمانے کی روشنی میں جانچنے کی بجائے اسی ملت کے مشترکہ آئیڈیلز کی روشنی میں جانچنا ہو گا۔ اس کام کے لیے وہ اخلاقی جرأت درکار ہے جس کی امید ہمارے نقادوں اور دانشوروں سے ذرا کم ہی ہے۔ چنانچہ یہ کام عوام کو خود کرنا ہو گا اور اس کی طرف پہلا قدم یہی ہے کہ ہم ابن صفی کا موازنہ دوسرے جاسوسی ناول نگاروں سے کرنا چھوڑ دیں اور یہ بات اپنے دل و دماغ پر اچھی طرح نقش کر لیں کہ وہ جاسوسی ناول نگار سے بہت زیادہ کچھ اور بھی تھے۔

زیرِ نظر مجموعے میں صرف یہی ایک نکتہ پوری طرح قارئین کے ذہن نشین کروانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی بعض خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ مجموعے میں صرف ایسے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں جن کا جاسوسی اور سراغرسانی سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا یہ مجموعہ پڑھتے ہوئے آپ کو کہیں بھی یہ احساس نہیں ہونے پائے گا کہ آپ کسی جاسوسی ناول کے اقتباسات پڑھ رہے ہیں۔ اس کی بجائے آپ یہی محسوس کریں گے جیسے آپ سماجی تبصروں اور طنز و مزاح پر مبنی مختصر افسانے پڑھ رہے ہیں، لیکن ایسے افسانے جو حقیقت پسندی کے ساتھ ساتھ اُمید کا پیغام بھی دیتے ہیں اور معاشرے کی برائیوں کا بہت گہری نظر کے ساتھ تجزیہ کرنے کے باوجود دل میں مایوسی کو نہیں بلکہ عزم اور آرزو کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے اس سے پہلے کبھی ایسے افسانے

نہ پڑھے ہوں لہٰذا اِس کتاب میں نہ صرف ایک نیا ابنِ صفی بلکہ ایک بالکل ہی نئی قسم کا ادب آپ کے سامنے آ رہا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی نقاد اِس مجموعے کو جاسوسی ادب ثابت نہیں کر سکتا بلکہ اِسے سماجی تبصروں اور فکاہیہ ادب کے زمرے ہی میں رکھنا پڑے گا۔

☆ یہ مجموعہ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کے چالیس ناولوں سے اقتباسات پر مشتمل ہے جنھیں دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصّہ 'جمہورنامہ' ہے جس میں ایسے اقتباسات شامل ہیں جو معاشرے کے بارے میں مصنف کے مشاہدے پر مبنی ہیں۔ دُوسرا حصّہ 'مزاح نامہ' ہے جو ناولوں سے طنزیہ اور مزاحیہ اقتباسات پر مبنی ہے۔

☆ دونوں حصّے بیس بیس ابواب پر مبنی ہیں۔ ہر باب کے شروع میں اقتباس کا تعارف، حوالہ اور پس منظر بیان کیا گیا ہے (حوالہ عموماً پہلے پیراگراف کے آخری جملے میں درج ہوا ہے)۔ اِس تمام مواد کے لیے (اِس پیش لفظ کی طرح) خطِ نسخ استعمال کیا گیا ہے جس کے بعد خطِ نستعلیق میں باب کا عنوان دوبارہ لکھ کر پورا اقتباس خطِ نستعلیق ہی میں پیش کیا گیا ہے تاکہ مؤلف کی تحریر اور اصل اقتباس میں با آسانی امتیاز کیا جا سکے۔

اِس مجموعے کو ترتیب دینے کا منصوبہ ابنِ صفی کے اہلِ خانہ بالخصوص احمد صفی کے ساتھ کچھ عرصے سے زیرِ غور تھا جب فضلی سنز کے طارق رحمٰن فضلی اور ساجد رحمٰن فضلی کی طرف سے اِس کے لیے تحریک ہوئی اور ساجد صاحب نے تمام انتظامات کا اہتمام کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ان کے علاوہ جن احباب نے تعاون کیا اُن میں ابنِ صفی پر تحقیق کرنے والے ماہرین، محمد حنیف اور راشد اشرف شامل ہیں جن کی معلومات سے استفادہ کیے بغیر یہ مجموعہ شائد مرتب نہ ہو سکتا۔ میرے دوست عرفان احمد خاں نے انتخاب و ترتیب کے بارے میں بعض مفید مشورے دیے جن میں سے اکثر میرے پیشِ نظر رہے ہیں اور اُمید ہے کہ اُن کی وجہ سے معیار میں اضافہ ہوا ہو گا۔

آخر میں ابنِ صفی کے تمام پڑھنے والوں کی طرف سے ابنِ صفی کے اہلِ خانہ کا شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے ابنِ صفی کی تحریروں کے قانونی ورثا کے طور پر یہ مجموعہ شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔

خرم علی شفیق